اسلامی اور فلسفی نقطہ نظر سے فن کا جائزہ

مؤلف: ناصر مؤمنی
مترجم: ڈاکٹر خان محمد صادق جونپوری

خلاصہ

اس مضمون میں فلسفی نقطہ نظر سے اور قدیم یونان کے مشہور فلسفیوں اور مسلمان فلسفیوں کے آراء و نظریات کی بنیاد پر فن کا تجزیہ و تحلیل کیا جائے گا اور یہ بتانے کی کوشش کی جائے گی کہ اگرچہ فن کے بارے میں فلسفی اور اسلامی نقطہ نظر میں ناقابل تردید اختلافات پائے جاتے ہیں لیکن ان سب کے باوجود ان میں کچھ مماثلت اور ہم آہنگی بھی نظر آتی ہے کیونکہ جس طرح اخلاقیات اور تعلیم جیسے موضوعات میں بہت سے فنکارانہ نظریات، دینی نظریات سے ہم آہنگ نظر آتے ہیں اسی طرح مذہبی لوگوں نے بھی اپنے مذہبی عقائد کے فروغ کے لئے فن کا استعمال کیا ہے۔

ہم اس مقالہ میں پہلے فن کی حقیقت، اس کی طرف رجحان اور اس کے مقام و منزلت کے حوالے سے کچھ بڑے مفکرین کے نظریات کو بیان کریں گے اور پھر اسلام میں فن کے مقام و مرتبہ پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے، اسلامی ثقافت میں اس کے مظاہر کی طرف اشارہ کیا جائے گا۔

وہ مقدس نقطہ نظر جس میں فن کو الٰہی فن اور حقیقی جمالیات کا مظہر تسلیم کیا جاتا ہے، نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فنون میں نظر آتا ہے بلکہ ان کے فروغ و ترویج میں نمایاں کردار بھی ادا کرتا ہے۔ اس طرح، فن کی اہمیت، انسانی صلاحیتوں اور معنوی پہلوؤں کے فروغ میں اس کے کردار نیز تربیت اور

اخلاق پر اس کے منفی اثرات کے سلسلہ میں فکرمندی اور خدشات کے حوالے سے فلسفی اور اسلامی نظریات میں مماثلت پائی جاتی ہے۔

کلیدی الفاظ: فن، فلسفی نقطہ نظر، مذہبی نقطہ نظر، اسلامی ثقافت، مقدس فن

مقدمہ

جس طرح فکر، علم اور اخلاق انسانی خصوصیات ہیں جو ہمیشہ سے اس کے ساتھ ہیں بالکل اسی طرح فن بھی انسانی حیات کے بنیادی عناصر میں سے ایک ہے اور اس کے ماضی میں جہاں تک پتہ لگایا جاسکتا ہے، یہ عنصر ہمیشہ اس کے ساتھ تھا۔

فن اور جمالیات کے حوالے سے نظریہ پردازی پوری تاریخ میں مفکرین کی توجہ کا مرکز رہے ہیں۔ انھوں نے ان دونوں موضوعات کی تعریف، اہمیت، منشاء اور خصوصیات کے حوالے سے تبصرہ کیا اور ہر فن کو ایک خاص زاویے سے دیکھا اور جس چیز سے عام لوگ بآسانی گذر جاتے ہیں، اس کو سمجھنے اور اس کے پوشیدہ گوشوں تک پہنچنے کی کوشش کی تاکہ اس طرح حقیقت کے متلاشی اپنے علمی جذبہ کی تسکین کر سکیں۔

فن کی حقیقت کے بارے میں جاننے کی تاریخ کئی ہزار سال پرانی ہے۔ ارسطو اور افلاطون جیسے بڑے فلسفیوں کی تحریروں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس علم کی نشو و نما میں یونانیوں کا بڑا حصہ رہا ہے اور یقیناً یہ رفتار ہمیشہ جاری رہے گی اور نئے زاویوں پر تحقیق ہوتی رہے گی۔

پہلے مرحلہ میں ہم یہ بتائیں گے کہ ماضی بعید سے اب تک فن کی حقیقت کو جاننے کے حوالے سے کتنی کوششیں کی گئی ہیں تاکہ متجسس ذہنوں کو ان مسائل سے زیادہ قریب کیا جاسکے اور انھیں اس حیرت انگیز اور پیچیدہ دنیا سے روشناس کرایا جاسکے۔

دوسرے مرحلے میں، چونکہ اخلاقیات اور تربیت جیسے مسائل میں فنکارانہ نظریات کا دین سے قریبی رشتہ ہے اور دوسری طرف مذہبی لوگوں نے بھی مقاصد شریعت کو آگے بڑھانے کے لئے فن سے استفادہ کیا ہے لہٰذا فن کے حوالے سے مذہبی نقطہ نظر کو بیان کیا جائے گا، اسلامی ثقافت و تہذیب

پر اس کے اثرات کی یاد دہانی کرائی جائے گی نیز فن کے بارے میں فلسفی اور اسلامی نقطہ نظر کے قدر مشترک کو بیان کیا جائے گا۔

یہاں پر اس بات کی طرف اشارہ کرنا بھی ضروری ہے کہ بلاشبہ، دنیاوی فن، دینی فن اور مقدس فن ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں:

- دنیاوی فن سے مراد وہ فن ہے جس کی نہ شکل اور نہ ہی مضمون دینی یا مقدس ہے۔
- دینی فن ایسا فن ہے جس کا موضوع اور مضمون دونوں دینی ہے۔
- اور ایک ایسا فن جس کی شکل و صورت اور مضمون دونوں ہی دینی ہوں اور کسی نہ کسی طرح سے لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ اور غیب کی دنیا کے پراسرار حسن کی عکاسی کرتا ہو وہ مقدس فن ہے[۱]۔

فن کے بارے میں بعض آراء و نظریات کا جائزہ

چونکہ فن ہمیشہ مختلف مذہبی، فلسفی اور عرفانی نظریات سے متاثر رہا ہے اور فن کی کوئی بھی تعریف صرف ایک خاص نقطہ نظر کا اظہار کر سکتی ہے، اس لئے ایسا لگتا ہے کہ فن ان تصورات میں سے ایک ہے جس کی قطعی تعریف کرنا مشکل ہو گا۔ فن کے بارے میں مختلف معاشروں کا تصور اکثر مذہب، عالمی نقطہ نظر اور غالب ثقافت کے تابع رہا ہے جن کی شناخت اس مسئلہ کو سمجھنے میں ہماری مدد کرے گا۔ اس سلسلہ میں آراء و نظریات کی کثرت اور تنوع بھی دلچسپ ہے۔

- کچھ لوگ فن کو ایک انسانی سرگرمی سمجھتے ہیں۔ کوئی شخص دانستہ طور پر مخصوص ظاہری علامات کے ذریعہ ان جذبات کو جنہیں اس نے خود تجربہ کیا ہے اس طرح دوسروں تک پہنچاتا ہے کہ وہ جذبات ان میں سرایت کر جاتے ہیں اور وہ لوگ بھی انھیں جذبات کا تجربہ کرتے ہیں اور انھیں مراحل سے گزرتے ہیں جن سے وہ گزرا تھا[۲]۔

۱- ٹائٹس، برخارٹ، ہنر مقدس، ص ۴-۵

۲- ہنر مقدس، ص ۱۴-۲۰؛ لیو، ٹالسٹائی، ہنر چیست؟، ص ۴۵-۵۷

❖ کچھ لوگوں کا ماننا ہے کہ فن میں ایک اخلاقی تأثیر ہوتی ہے جس کا اثر سامنے والے پر پڑتا ہے[۱]۔اس گروہ کے نقطہ نظر سے فن انسانی روح کے کمال اور تطہیر کا ذریعہ ہے اور اس کے مثبت سماجی اثرات ہوتے ہیں۔ اس نظریہ کے حامی افراد، فن برائے معاشرہ کا نعرہ لگاتے ہیں۔

❖ ایک اور نظریہ کے مطابق فن انسانی جذبات، زندگی اور کائنات کے بارے میں اس کے ادراک کا اظہار ہے۔ ارسطو اور افلاطون جیسے دانشوروں نے فطرت اور کائنات کی نقل کو ہی فن کا اصل جوہر مانا ہے۔اس کے بالکل برخلاف کچھ لوگوں کا ماننا ہے کہ فن فطرت کی نقل سے بڑھ کر کوئی چیز ہے، بلکہ محسوسات سے ماوراء کی نقل ہے۔ گوئٹے[۲] کے نقطہ نظر سے فن، کائنات و فطرت میں پوشیدہ قوانین کی تجلی ہے[۳]۔

یہ دیکھا جا سکتا ہے کہ فن کے بارے میں بہت سے نظریات پائے جاتے ہیں اور ہر نظریہ میں فن کے کسی خاص پہلو کو مد نظر رکھا گیا ہے اور دوسرے پہلوؤں سے چشم پوشی کی گئی ہے۔اس لئے شاید کسی ایسے نظریہ پر توجہ مرکوز کر سکیں جس میں تمام فنون کا احاطہ کیا گیا ہو: "کسی خاص موضوع کو اس انداز میں پیش کرنا جس سے انسان پر نفسیاتی اور جسمانی اثر پڑے اور اسے رد عمل پر مجبور کر دے۔"

فن میں دلچسپی کی وجہ؟

انسانی وجود کے پس منظر اور انسانی فکر و تہذیب کی تاریخ میں تحقیق کے بعد یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ فن انسان کا مستقل ساتھی رہا ہے۔ کوئی بھی ایسا دور اور علاقہ نہیں ہے جہاں فن کے آثار دستیاب نہ ہوں۔ گویا انسان فن کے ساتھ پیدا ہوتا ہے، فن کے ساتھ جیتا ہے اور فن کے ساتھ ہی اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔

فن کی ابتدا کب اور کہاں سے ہوئی؟ اس سوال کے جواب میں متعدد نظریات موجود ہیں، جنہیں دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱-این، شیپارڈ، مبانی فلسفہ ہنر، ص ۲۳۶

۲- Johann Wolfgang Van Goethe(۱۷۴۹-۱۸۳۳): جرمن دانشور، شاعر، ناول نگار اور مصنف جس کی تحریریں مغربی فلسفہ اور سیاست پر اثر انداز ہوئیں۔

۳- ہیگل، فریڈرک، مقدمہ ای بر زیباشناسی، ص ۱۶

۱. ضرورت

۲. فطرت

فطرت کو بھی تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: ۱. کھیل کود ۲. جنسیت ۳. تزئین

اس کی وضاحت اس طرح کی جاسکتی ہے کہ اسپینسر[۱]، شیلر[۲]، کانٹ[۳]، کروس[۴]، گیاؤ[۵] اور منینگر[۶] جیسے مفکرین نے کھیل کود کی انسانی جبلت کو فن کا سرچشمہ قرار دیا ہے۔ ان کی رائے میں، اگرچہ انسان عام طور پر اپنی زندگی کی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن ایک جاندار کے طور پر، اس کے پاس ہمیشہ اضافی اور غیر ضروری توانائیاں ہوتی ہیں جن سے کسی نہ کسی طرح سے چھٹکارے کی ضرورت ہوتی ہے اور فن ایک کھیل کے طور پر اس ضرورت کو پوری کرتا ہے[۷]۔

ڈارون[۸] اور وِل ڈورنٹ جیسے دانشوروں نے جنسی خواہش کو فن کے منشاء کے طور پر مانا ہے۔ اس گروہ کے عقیدے کے مطابق جانور اور انسان اپنی نسل کو محفوظ رکھنے اور جنسی خواہش کی تسکین

۱-ہربرٹ اسپینسر (Herbert Spencer): (۱۸۲۰-۱۹۰۳) انگریز دانشور جو ایک فلسفی، ماہر نفسیات، ماہر حیاتیات، ماہر سماجیات، اور ماہر بشریات کے طور پر سرگرم تھا۔

۲-فریڈرک شلر (Friedrich Schiller): (۱۷۵۹-۱۸۰۵) جرمن دانشور، شاعر، ڈرامہ نگار، مورخ، فلسفی، طبیب اور وکیل۔

۳- امانوئل کانٹ (Immanuel Kant): (۱۷۲۴-۱۸۰۴): علمیات، مابعدالطبیعیات، اخلاقیات اور جمالیات میں کانٹ کے جامع اور منظّم کاموں نے انھیں جدید مغربی فلسفہ کی سب سے زیادہ بااثر اور متنازعہ شخصیات میں سے ایک بنادیا ہے۔

۴- بینڈیٹو کروس (Benedetto Croce): (۱۸۶۶-۱۹۵۲): ایک اطالوی آئیڈیلسٹ، فلسفی، مورخ اور سیاست دان جس نے فلسفہ، تاریخ، تاریخ نگاری اور جمالیات سمیت متعدد موضوعات پر کتابیں تحریر کیں۔

۵- جین میری گیاؤ (Jean-Marie Guyau): (۱۸۵۴-۱۸۸۸) ایک فرانسیسی فلسفی اور شاعر

۶- کارل منینگر (Karl Menninger): (۱۸۹۳-۱۹۹۰) ایک امریکی ماہر نفسیات

۷-وزیری، علی نقی، زیبایی شناسی در ہنر و طبیعت، ص ۷۲-۸۲

۸-چارلس ڈارون (Charles Darwin): ۱۸۰۹-۱۸۸۲) ایک انگریز فطرت پسند، ماہر ارضیات اور ماہر حیاتیات جنہیں ارتقائی حیاتیات میں اپنی شراکت کے لئے جانا جاتا ہے۔

کے لئے جنس مخالف کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے اور اس کے لئے فطرت کی جمالیات اور مختلف دلچسپ فنون کا سہارا لیتا ہے[۱]۔

لیکن آرائش و سجاوٹ کے نظریہ کے مطابق، جمال پرستی کسی بھی فن کا اصل ماخذ ہے۔ وہ احساس جس کی جڑوں کو خدا کے الوہی مظاہر کی عکاسی اور انسان کے نفسیاتی وجود کی گہرائی میں تلاش کرنا چاہئے۔ جیسا کہ موسلی[۲] بتاتا ہے:

"جمالیات انسانی نفسیات کا حصہ ہے۔ فطرت ہمیں مقدس اور الوہی چیزوں سے باخبر کرتی ہے اور فن اس مقدس اور الٰہی چیز کا پراسرار مظہر ہے"[۳]۔

اس گروہ کے نظریہ کے مطابق فطرت میں موجود خوبصورتی مظاہر الٰہی میں سے ایک ہے لہٰذا سجاوٹ کے نظریہ کے مطابق انسانوں کی ایک نفسیات ہے جو جمال مطلق سے متاثر ہے اور اسی وجہ سے کائنات میں جمالیات کی تلاش میں ہے اور اس کا وجود خوبصورت تصورات کو پیدا کرنے کے لئے فنی شہ پاروں کی تخلیق کرتا ہے۔

تاہم ایسا لگتا ہے کہ اوپر بیان کئے گئے نظریات میں بہت ہی ظریف فرق بھی پایا جاتا ہے۔ افلاطون نے اپنی کتاب "قوانین" میں، جذبات اور حالات کے اظہار اور بیان کی فطری جبلت میں فن کی اصل کو تلاش کیا ہے[۴]۔

ارسطو نے کسی فنی شہ پارے کی تخلیق کو اپنے جذبات کو بیان کرنے اور مختلف شکل و صورت کی مصوری کی انسانی جبلت کے مرہون منت مانا ہے اور اپنے استاد کے مانند اسے کائنات کی نقل کرنے کی انسانی خواہش اور اس کا آئینہ سمجھا ہے۔ انسان نقل سے لطف اندوز ہوتا ہے اور بظاہر یہ احساس جانوروں میں نہیں پایا جاتا لیکن فن کا مقصد صرف اشیاء کی ظاہری شکل و صورت کی نمائش نہیں ہے بلکہ وہ ان کے باطنی معنی کا بھی اظہار کرنا چاہتا ہے کیونکہ چیزوں کی حقیقت ان کے اندر پنہاں ہے، نہ کہ ان کے ظاہری شکل میں لیکن فن کی سب سے خوبصورت قسم وہ ہے جس میں عقل اور

۱- ڈیورنٹ، ویل، لذات فلسفہ، ص ۲۲۷

۲- ہری موسلی (Henry Moseley) (۱۸۸۷-۱۹۱۵) : انگریز ماہر طبیعیات

۳- ہنر چیست؟، ص ۴۳

۴- افلاطون، جمہور، ۵۵۱

جذبات دونوں سے کام لیا جاتا ہے، اور کسی فنی شہ پارے کو سمجھنے سے جو فکری لطف حاصل ہوتا ہے، وہ سب سے اہم ہے[۱]۔

کوپلسٹن[۲] کے مطابق، فن تخیل کی پیداوار ہے جس کا تعلق جذباتی عناصر سے ہے۔اسی وجہ سے کسی بھی چیز کی سچائی یا غلطی کی تصدیق نہیں کرتا ہے کیونکہ یہ تخیلاتی اور تمثیلی ہے اور اس کے ساتھ جلال وخوبصورتی ہے اور انسانی جذبات سے بات کرتا ہے[۳]۔

شیلنگ[۴] کا خیال ہے کہ کسی فنی شہ پارے کی تخلیق کے بعد فنکار کو جو خوشی حاصل ہوتی ہے حقیقت میں وہی فن کے وجود میں آنے کی اصل وجہ ہے۔انسانی ذہن، خواہ وہ فنکار کا ذہن ہو یا کسی اور کا کسی شہ پارے کو گہرائی سے دیکھنے پر اس کے مکملیت سے لطف اندوز ہوتا ہے[۵]۔

اوپر بیان کئے گئے سارے نظریات فن کی بنیادوں کو ایک مخصوص زاویے سے دیکھتے ہیں اور ہر ایک اس کا ایک پہلو دکھاتا ہے لیکن فن کے ساتھ انسان کی ہم آہنگی دونوں کے درمیان جوہری تعلق کی نشاندہی کرتی ہے۔ اگر فن انسان کے لئے عارضی ہوتا تو وہ اس سے ہر گز ایسا تعلق خاطر پیدا نہ کر سکتا۔

انسان کے جوہر اور ذات میں کوئی ایسی چیز ضرور ہے جس سے فن کا ظہور ہوتا ہے لہٰذا یہ کہنا مبالغہ آرائی نہیں ہے کہ اوپر بیان کئے تمام عوامل و عناصر ایک بنیادی ماخذ کی طرف پلٹتے ہیں اور وہ ہے انسانی فطرت یا کم از کم انسانی جبلت جو انسانی حیات کی گہرائیوں اور جمالیات سے اس کی ذاتی دلچسپی میں پیوست ہے۔

۱-ڈیورنٹ، ویل، تاریخ فلسفہ، ص ۱۷

۲-فریڈرک کوپلسٹن (Frederick Copleston): (۱۹۰۷-۱۹۹۴) ایک انگریز پادری، فلسفی اور فلسفہ کا مؤرخ جو اپنی کتاب ہسٹری آف فلاسفی کے لئے مشہور ہے۔

۳-کوپلسٹن، فریڈرک، تاریخ فلسفہ (ج ۱)، ص ۲۹۶

۴-فریڈرک ولہیم جوزف شیلنگ (Friedrich Wilhelm Joseph Schelling): (۱۷۷۵-۱۸۵۴): ایک جرمن فلسفی

۵- تاریخ فلسفہ (ج ۷)، ص ۱۲۸

اس حقیقت کے پیش نظر کہ حسن کی طرف رجحان اور فنکارانہ رویہ کے درمیان لازم و ملزوم کا رشتہ پایا جاتا ہے، فن دراصل ایک بنیادی وجہ یعنی فطرت یا جبلت سے جنم لیتا ہے اور اس کی طرف رجحان کی وجہ انسان کے اندر پوشیدہ عنصر کے سوا کچھ نہیں ہے اور یہ اندرونی عنصر مختلف طریقوں سے ظاہر ہوتا ہے اور اسی وجہ سے انسان کبھی بھی فطرت کی خوبصورتی سے مطمئن نہیں ہوتا اور اپنی قوت متخیلہ اور جذبات کی طاقت کو بروئے کار لاتے ہوئے جمالیات کے نقطہ نظر سے بہتر سے بہتر شہ پارے کی تخلیق کرتا ہے تاکہ ان سے زیادہ لطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ انھیں مزید مستحکم اور پائیدار بنا سکے۔ اس عمل کو فنی تخلیق اور اس کے نتیجے کو فنکارانہ حسن کہنا چاہیے۔

بطور خلاصہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ فن انسانی فطرت اور ہمیشہ باقی رہنے والی اس کی اندرونی خواہش کا نتیجہ ہے۔ اس کا راز بھی مطلق خوبصورتی اور جمال الٰہی کی اس کی فطری خواہش میں مضمر ہے جیسا کہ بوخارٹ نے کہا ہے:

> "سچا فن پارہ اس لئے خوبصورت ہے کیونکہ وہ حقیقی ہے اور اس طرح کسی فن کی خوبصورتی اسی مقدار میں ہے جتنا وہ وجود خدا کی گواہی دیتا ہے"۔[1]

مغربی فلسفیوں کی نظر میں فن کی اہمیت

جیسا کہ اس سے پہلے بھی بتایا گیا ہے کہ فن انسانی زندگی کے لئے ضروری ہے، اس لئے یہ پوری تاریخ میں مختلف طریقوں سے ظاہر ہوتا رہا اور اس کی قدر و قیمت میں اضافہ ہوتا گیا ہے۔ یہ اہمیت مفکرین اور فلسفیوں کے افکار میں جھلکتی ہے اور ان میں سے ہر ایک نے اسے سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ افلاطون کے علاوہ جنھوں نے فن کے موضوع پر بہت کم لکھا ہے، دیگر مغربی فلسفیوں نے اس کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے اور اس کی تعریف بھی کی ہے۔ یہاں پر ہم کچھ فلسفیوں کے خیالات اور نظریات کو نمونہ کے طور پر بیان کرتے ہیں۔

۱- Burkhardt. Titus , Sacred Art in the East and West

اگرچہ ارسطو نے فن کو نقل کے زمرے میں شمار کیا ہے لیکن اس نقل میں وہ تحقیر آمیز پہلو نہیں ہے جو افلاطون کی رائے میں نظر آتا ہے۔ ان کی نظر میں فنکار مطلوبہ کمال کے پہلو پر زیادہ توجہ دیتا ہے اور ہومر کے افسانوی کردار بھی ہم سے بہتر ہیں۔ ارسطو اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ نقل کرنا انسانوں کے لئے فطری ہے اور انسان نقل سے لطف اندوز ہوتا ہے[۱]۔

ارسطو اپنی کتاب "سیاست" میں یہ خیال ظاہر کرتے ہیں کہ مصوری کے ذریعہ ہم نوجوانوں کو فنکاروں کے شہ پاروں کو پرکھنے کی تعلیم دے سکتے ہیں۔ وہ اس دعوے کے لئے کہ موسیقی میں کردار سازی کی طاقت ہوتی ہے اور اسے نوجوانوں کی تعلیم میں شامل کیا جانا چاہیے، ثبوت پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اگرچہ فن کے تعلیمی اور اخلاقی پہلو پر تفصیل سے گفتگو کرتے ہیں، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ اس کے تفریحی اثرات سے غافل ہیں۔

ارسطو کے خیال میں فن کی سب سے خوبصورت قسم وہ ہے جو عقل اور جذبات دونوں سے متعلق ہو اور کسی شہ پارے کو سمجھنے سے جو ذہنی مسرت حاصل ہوتی ہے وہ سب سے اہم ہے جس کا تجربہ انسان کر سکتا ہے۔ تاہم فن کا ایک اور زیادہ اہم فریضہ بھی ہے اور وہ ہے ان جذبات کا تطہیر کرنا جو سماجی پابندیوں کے نتیجہ میں انسانوں میں جمع ہو جاتے ہیں اور ہر آن یہ ممکن ہے کہ وہ معاشرے کے لئے ناگہانی اور نقصان دہ نتائج پیش کریں[۲]۔

نئے فلسفیوں میں سے، شیلنگ نے فن کے فلسفہ کو فلسفہ کی بنیاد مانا ہے اور اسی بنیاد پر انھوں نے جمالیات کے نظریہ کو اپنے فلسفہ کا ایک لازمی حصہ بنایا ہے۔[۳]

ہیگل[۴] اگرچہ کائنات میں جمالیات یا خوبصورتی نامی عنصر کے وجود کا انکار نہیں کرتے ہیں لیکن تاکید کرتے ہیں کہ فن کی خوبصورتی اس سے کہیں زیادہ ہے کیونکہ فن کی خوبصورتی براہ راست روح کی

۱۔ کیپلسٹن، فریڈرک، تاریخ فلسفہ (ج۱)، ص ۴۱۲

۲۔ ڈیورنٹ، ویل، تاریخ فلسفہ، ص ۱۷

۳۔ کیپلسٹن، فریڈرک، تاریخ فلسفہ (ج۷)، ص ۱۲۹

۴۔ جارج ولیم فریڈرک ہیگل (Georg Wilhelm Friedrich Hegel): جرمن فلسفی اور جرمن آئیڈیلزم اور ۱۹ویں صدی کے فلسفے کی سب سے بااثر شخصیات میں سے ایک تھا۔

تخلیق ہے اور روح اور اس کی مصنوعات فطرت اور اس کے مظاہر سے برتر ہیں لہٰذا وہ اپنی تمام تر توجہ فنی خوبصورتی تک محدود رکھتے ہیں۔

شاپنہاور کے عقیدے کے مطابق فنکارانہ غور و فکر چند لمحوں کے لئے خواہشات اور شہرت طلبی کی قید سے فرار کا ایک ذریعہ ہے کیونکہ تمام برائیوں کی جڑ خواہشات کی بندگی ہے۔ اس بندگی سے بچنے کے لئے اس نے دو طریقہ کار پیش کیا ہے: (۱) گہری سوچ (۲) پرہیزگاری

فنکارانہ گہری سوچ میں انسان ایک غیر وابستہ مبصر میں بدل جاتا ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ گہری سوچ دل کو چھو لینے والی چیز نہیں ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ ہم ایک خوبصورت شئے کو ایک شہوت انگیز شئے کے طور پر نہیں بلکہ صرف اس کی فنکارانہ قدر و قیمت کے نقطہ نظر سے بھی دیکھ سکتے ہیں۔ اس طرح غیر وابستہ مبصر کو خواہشات کی بندگی سے نجات ملتی ہے نہ کہ فن میں دلچسپی نہ رکھنے والے کو۔

فنکار کی ذہانت افلاطونی نظریات کو سمجھ کر انھیں فنی شہ پارے میں بیان کر سکتی ہے۔ شاعری خیالات کی تمام سطحوں کو کھول سکتی ہے کیونکہ مفہوم ان کا بلاواسطہ ذریعہ ہے۔ ان کی رائے میں موسیقی بہترین فن ہے کیونکہ مفاہیم کی ثالثی کے بغیر افلاطونی معروضی خیالات کی نمائندگی کرتی ہے اور موسیقی سن کر، ایک شخص براہ راست مظاہر کے نیچے پوشدہ حقیقت کو دریافت کر سکتا ہے[۱]۔

کانٹ جمالیات کو ایک ایسی صفت کے طور پر بیان کرتے ہیں جس کا مالک اس کے فائدے سے قطع نظر اس سے خوش ہوتا ہے[۲]۔ انھوں نے قدرتی حسن یا فنکارانہ حسن اور اخلاقی فیصلے اور شعر، موسیقی اور مصوری کے درمیان تعلق کے بارے میں بہت ہی دلچسپ باتیں بیان کی ہیں لیکن اس مختصر مقالہ میں ہم انھیں بیان نہیں کر سکتے ہیں[۳]۔

رسل کہتے ہیں:

۱- تاریخ فلسفہ (ج ۷)، ص ۲۷۴-۲۹۷۶

۲- لذات فلسفہ، ص ۲۱۹

۳- اسٹیفن، کورنر، فلسفہ کانت، ۲۵۲-۲۶۴

"میرے خیال میں بہترین زندگی وہ ہے جو تخلیقی محرکات پر مبنی ہو۔"

اور پھر وہ اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں کہ تخلیقی محرکات وہ محرکات ہیں جو کسی اچھی چیز جیسے کہ معرفت، فن وغیرہ کو تخلیق کرنے کے لئے ہوں[۱]۔

ویل ڈیورنٹ کے قول کے مطابق، بے وقعت فن ایک درویش ہے لیکن فن کے بغیر علم ایک درندہ خو ہے۔ ایسا فلسفہ جو محبت سے نہ کانپے وہ انسان کے لائق نہیں ہے۔ جاندار کی خوبصورتی ہر چیز سے بالاتر ہے، لیکن زندگی اور وقت اسے مرجھادیتے ہیں اور صرف ایک فنکار ہی اس وقتی خوبصورتی کو اپنے شہ پارے میں قید کر سکتا ہے تاکہ ہمیشہ ہمیشہ کہ لئے باقی رہ جائے[۲]۔

فن کے بارے میں کئی مشہور مغربی فلسفیوں سے جو کچھ نقل کیا گیا ہے اس سے مجموعی طور پر، یہ معلوم ہوتا ہے کہ فلسفیانہ نقطہ نظر سے بھی انسانی زندگی میں فن کی بہت اہمیت ہے۔ اس اہمیت کا خلاصہ ہم نے ویل ڈیورنٹ کے الفاظ میں اوپر بیان کر دیا جس کی مزید وضاحت اس طرح کی جاسکتی ہے کہ فلسفہ بھی، جس کا سروکار ہمیشہ عقل سے رہتا ہے اور بظاہر جذبات اور فن کے خلاف ہوتا ہے، درحقیقت فن سے بے نیاز نہیں ہے اور بنیادی طور پر، قدرتی حسن کو ہمیشہ باقی رکھنے کے لئے ہمیں فن کا سہارا لینا ہوگا۔

افلاطون کے خیالات اور طرز عمل میں فن کے لئے دو بالکل مختلف انداز دیکھے جاسکتے ہیں۔ ایک طرف وہ ایک فلسفی شاعر ہیں اور ان کے آثار اور نظریات میں دانشمندی سے زیادہ شاعری جھلکتی ہے۔ ان کے خیال میں حقیقت کی خوبصورتی کو بیان کرنے کے لئے شاعری صرف ایک ذریعہ ہے۔ وہ اس فن کا استعمال کرتے ہوئے اپنے مکالمات میں مناظر اور کرداروں کو انتہائی خوبصورت انداز میں تخلیق کرتے ہیں۔

رپورٹ کے مطابق افلاطون نے ابتدا میں خود کو مصوری کے مطالعہ اور شاعری میں مشغول رکھا اور پہلے مدحیہ، پھر غزل اور آخر میں المیہ شاعری کرنے لگے[۳]۔ تاہم سقراط سے ملاقات کے بعد انھوں نے

۱۔ کیپلسٹن، فریڈرک، تاریخ فلسفہ (ج۸)، ص ۵۱۳
۲۔ لذات فلسفہ، ص ۲۳۲
۳۔ کیپلسٹن، فریڈرک، تاریخ فلسفہ (ج۱)، ص ۱۵۶

اپنی شاعری کی کتابیں تلف کر دیں اور حکمت و فلسفے کے حق میں شاعری، احساسات اور جذبات کو ترک کر دیا لیکن اس کے باوجود ان کی تخلیقات میں شاعری اور فلسفے کا امتزاج صاف نظر آتا ہے، خاص طور پر مہمانی (عشق) اور ایون (راوی کا فن) کے رسالوں میں، یہ سب سے واضح اور خوبصورت انداز میں ظاہر ہوتا ہے؛ کیونکہ ان کی نظر میں شاعرانہ اور فنی حقیقت کے بغیر فلسفیانہ حقیقت خشک اور بے روح منطقی الفاظ اور عبارات کے سوا کچھ بھی نہیں ہے اور اس کے مقابلے میں وہ شاعری یا فن جس میں فکر و فلسفہ کی گہرائی نہ پائی جاتی ہو، اس میں سطحی خوبصورت الفاظ اور تشبیہات کے سوا کچھ نہیں ہو گا۔

ان سب کے باوجود اہل علم و دانش میں شاید ہی کسی نے فن کے مرتبے اور وقار کو افلاطون کی طرح پست اور فنون لطیفہ بالخصوص شاعری کو رد کیا ہو۔ انھوں نے شاعری کے خلاف جنگ میں جس شدت پسندی کا مظاہرہ کیا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ اگرچہ وہ خود دنیا کے عظیم فنکاروں اور شاعروں میں سے ایک ہیں اور لوگوں کی زندگیوں پر فنی شہ پاروں کے گہرے اثرات سے نہ صرف واقف تھے بلکہ اس کا اعتراف بھی کرتے تھے لیکن جہاں حقیقت اور معرفت کی بات آتی ہے تو وہاں شاعری کو بیہودہ گوئی سمجھتے ہیں[1]۔

افلاطون کی نظر میں فن کی دو پہلوؤں سے کوئی وقعت نہیں ہے:

۱. آنٹولوجیکل وجوہات کی بنا پر
۲. تعلیمی اور اخلاقی وجوہات کی بنا پر

۱. افلاطون کی آنٹولوجی کے مطابق، اشیاء کی صورت کی نقل کرنے کو فن کہتے ہیں جو بذات خود خیالات اور تشبیہات سے مستعار لئے گئے ہیں، اس لئے ایک فنکار کا کام محض نقل کرنا ہے اور حقیقت سے دو درجے دور ہے۔

انھیں سب سے زیادہ حقیقت میں دلچسپی ہے لہٰذا وہ فن کو حقیر اور کمتر سمجھنے پر مجبور ہیں۔ اگرچہ وہ ادب، مصوری اور مجسموں کی خوبصورتی اور دلکشی کو محسوس کرتے ہیں۔ فن کے لئے ان کا

۱- افلاطون، مجموعہ آثار افلاطون: آپولوژی (ج۱)، ص۱۶

توہین آمیز رویہ ان کی کتاب جمہور میں واضح طور پر ظاہر ہوتا ہے، جس میں انھوں نے اسے مصوروں، شاعروں، المیہ نگاروں وغیرہ کے بارے میں استعمال کیا ہے[۱]۔

انھوں نے اپنی کتاب قوانین میں، اگرچہ اپنے مابعد الطبیعیاتی نقطہ نظر میں کوئی تبدیلی نہیں کی ہے، لیکن فن کے حوالے سے ان کے نظریات میں کچھ لچک اور نرمی ضرور پیدا ہوئی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ موسیقی کی خوبی اور فائدے کا اندازہ صرف حسی لذت کی مقدار سے نہیں لگایا جانا چاہیے۔ وہی موسیقی اچھی ہے جس میں خیر کی نقل ہو۔ اس کے علاوہ، وہ لوگ جو گانے اور موسیقی کی بہترین قسم کی تلاش میں ہیں، انھیں حقیقت کی تلاش میں رہنا چاہئے نہ کہ ایسی چیزیں جن میں صرف لطف و سرور ہو۔

بہر حال ان کی نظر میں موسیقی ایک نقل ہے لیکن یہ نقل حقیقی بھی ہو سکتی ہے، یعنی یہ جس چیز کی نقل کرتا ہے اسے بہترین طریقے سے ظاہر کرے۔ آخر کار انھوں نے اپنے مدینہ فاضلہ یا مثالی ریاست میں تعلیمی مقاصد اور بے ضرر خوشیوں کے لئے موسیقی اور فن کو قبول کر لیا ہے[۲]۔

۲. افلاطون نے اخلاقی اور تعلیمی وجوہات کی بناپر، ڈرامہ نگاروں اور شاعروں کو اپنے مدینہ فاضلہ سے خارج کر دیا ہے اور چونکہ وہ فن کے جمالیاتی نتائج سے زیادہ اس کے تعلیمی اور اخلاقی نتائج پر توجہ دیتے ہیں، اس لئے یہ تجویز پیش کرتے ہیں کہ جو کہانیاں اور تحریریں نوجوانوں کو دستیاب کرائی جاتی ہیں نیز جو موسیقی وہ سنتے ہیں، ان سب کو ان کی زندگی کے ابتدائی سالوں سے ہی سختی سے سینسر کیا جانا چاہئے اور ہومر[۳] اور ہیسیوڈ[۴] کے لیٹریچر پر پابندی لگائی جانی چاہئے۔[۵]

۱۔ افلاطون، جمہور، ص ۱۶۰-۱۶۹

۲۔ کیپلسٹن، فریڈرک، تاریخ فلسفہ (ج۱)، ص ۲۹۴

۳۔ Homer: ایک یونانی شاعر جسے الیاڈ اور اوڈیسی کے مصنف کے طور پر جانا جاتا ہے جو قدیم یونانی ادب کی بنیادیں ہیں۔

۴۔ Hesiod: قدیم یونانی شاعر جو ۷۵۰ اور ۶۵۰ قبل مسیح کے درمیان زندگی بسر کرتا تھا اور ہومر کا ہم عصر تھا۔

5 - Russel, Bertrand , History of western philosophy , p 1260,

اسی طرح وہ موسیقی کے مختلف آلات پر بھی گفتگو کرتے ہیں اور نتیجے کے طور پر، ان میں سے بیشتر کو غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ وہ مصوری اور دیگر فنون لطیفہ کی تعریف کرتے ہوئے متنبہ کرتے ہیں کہ کہیں ان سے اخلاقی خرابیاں نہ پیدا ہو جائیں۔[1]

اگرچہ آنٹولوجیکل، اخلاقی اور تعلیمی وجوہات کی بناپر افلاطون کی نظر میں فن کی کوئی وقعت نہیں ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم ان کو ایک بے ذوق انسان کے درجے تک گرادیں اور انھیں جمالیات اور فن کا منکر مان لیں کیونکہ وہ خود ایک عظیم فنکار اور ان کی تخلیقات ایک فنی شاہکار ہیں۔

در حقیقت افلاطون کی تمام تر توجہ اور کوشش فن کی افادیت اور اخلاقیات اور تربیت کے لئے اس کے نقصان دہ نہ ہونے پر ہے۔ ان کے نزدیک اچھا فن ایک خاص قسم کی حقیقت کو پیش کرتا ہے اور اسے محض حصول لذت کے لئے نہیں ہونا چاہیے۔ مصوری اور دیگر فنون لطیفہ کی تعریف کرتے ہوئے، وہ متنبہ کرتے ہیں کہ ان سے اخلاقی پستی پیدا نہیں ہونی چاہئے۔

بطور خلاصہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ مدینہ فاضلہ میں مختلف فنون کو شامل کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ ان کو ان کے صحیح مقام پر رکھا جائے اور وہ اپنے تربیتی فریضے سے جو کہ مفید و معقول لذتوں کا حصول ہے غافل نہ ہوں۔ البتہ وہ کبھی یہ دعویٰ نہیں کرتے اور نہ ہی یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ فنون لطیفہ لطف اندوزی کا ذریعہ نہیں ہیں یا ایسا نہیں ہونا چاہیے اور لوگوں کو ان سے محروم رہنا چاہیے۔ وہ صاف لفظوں میں کہتے ہیں:

> ''اگر شاعری اور دیگر فنون لطیفہ مدینہ فاضلہ میں داخلے کی اپنی اہلیت کو ثابت کرتے ہیں تو ہمیں انھیں اپنانے میں بہت خوشی محسوس ہوگی اس لئے کہ ہم خود ان کی کشش اور دلفریبی کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن ہمیں اس کی وجہ سے حقیقت سے خیانت نہیں کرنی چاہیے[2]''۔

۱- افلاطون، جمہور، ص ۱۷۰-۱۷۲

۲- کیپلسٹن، فریڈرک، تاریخ فلسفہ (ج۱)، ص ۲۹۰-۲۹۱

مسلمان فلسفیوں کی نظر میں جمالیات اور فن کا مقام

جمالیات اور فن کے درمیان ایک گہرا تعلق پایا جاتا ہے یہاں تک کہ یہ دعویٰ بھی کیا جا سکتا ہے کہ لوگوں میں جمالیات کی خواہش کی وجہ سے ہی فن کا ظہور ہوتا ہے[۱] اور چونکہ بعض دانشوروں کی نظر میں ہر جمال و کمال اللہ تعالیٰ کے جمال و کمال کا ایک نمونہ ہے[۲] اور فن اسی جمال کے ایک حصے کو پیش کرنے کی ایک کوشش ہے لہٰذا فنکاروں کو اللہ تعالیٰ کی خالقیت کا مظہر تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی جانشینی کا ایک جلوہ ہیں کیونکہ بلا شبہ فنکار کی خوبصورت تخلیق خدا کی ذات سے نکلی ہے۔

اس طرح فارابی کے نقطہ نظر سے ہر وجود کی اصل اور اس کے کمال کے آخری مرتبہ کا حصول ہی خوبصورتی ہے[۳]۔ بو علی سینا کے نزدیک واجب الوجود کی ذات مطلق خوبصورتی ہے اور وہی خوبصورتی کا منشاء و مبداء ہے[۴]۔

دوسرے مسلمان مفکرین اور فلسفیوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ تمام خوبصورتیوں کا ذریعہ حسن مطلق یعنی ذات حق تعالیٰ ہے۔ ان کی نظر میں ماسوی اللہ یعنی انسان اور یہ کائنات سبھی اس حسن کا مظہر ہیں۔ یہ نظریہ اس نظریہ کے تناظر میں زیادہ بہتر سمجھ میں آتا ہے جس میں عرفاء کی پیروی کرتے ہوئے انسان کو مظہر خدا مانا جاتا ہے۔[۵]

اسی طرح تخیل کی دنیا جو کہ فارابی، ابن سینا، سہروردی، ملا صدرا وغیرہ جیسے مسلم فلسفیوں کے مطابق فن کا ماخذ ہے، ان کی نظر میں انتہائی اہم ہے کیونکہ اس کی بنیاد پر قوت تخیل انسان کو اس قابل بناتی ہے کہ وہ اس دنیا کی تصاویر کا مشاہدہ کر سکے، اس کی خوبصورتی کو لمس کر سکے اور انھیں تصویروں

۱- مومنی، ناصر، نگاہی فلسفی بہ زیبایی شناسی و ہنر

۲- شیرازی، صدر الدین، محمد بن ابراہیم (ملاصدرا)، الاسفار الاربعہ (ج۱)، ص ۱۱۵؛ ج ۲، ص ۱۴۹

۳- فارابی، ابونصر، آراء اہل المدینہ الفاضلہ، ص ۵۲

۴- ابن سینا، علی حسین بن عبداللہ، الشفاء، ص ۳۶۸

۵- شیرازی، صدر الدین، محمد بن ابراہیم (ملاصدرا)، الشواہد الربوبیہ ص ۲۵؛ شیرازی، صدر الدین، محمد بن ابراہیم (ملاصدرا)، مفاتیح الغیب، ص ۱۰۳

میں اتار سکے۔اسی بنیاد پر آج کے دور میں ہر فلسفی کے نظریات کے جمالیاتی پہلوؤں کو عالم خیال کے سلسلہ میں ان کے دیکھنے کے انداز کی بنیاد پر منظر عام پر لانے کی کوشش کی جارہی ہے۔

ملا صدرا کی نظر میں انسانی تخیل، تصورات اور خیالی شکلوں کے مظاہر کا گھر ہے اور دوسرے لفظوں میں یہ تجلی الٰہی کی جگہ ہے جو مختلف قسم کی ذہنی صورتوں کی تصویر سازی کی صلاحیت رکھتا ہے لہٰذا یہ اللہ تعالیٰ کی قوت قاہرہ سے مشابہ ہے اور الٰہی طاقت کا مظہر ہے[۱]۔اسی وجہ سے انھوں نے خالقیت میں انسان کے وہم اور تخیل کی طاقت کو خدائی طاقت کی مثال سمجھا ہے[۲]۔

توحیدی ادیان میں فن کی اہمیت

آثار قدیمہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب زمانہ قدیم سے انسانی زندگی کا ایک لازمی حصہ رہا ہے اور اس کی زندگی کے تمام پہلوؤں بشمول طرز فکر، تقریر اور طرز عمل میں بے مثال کردار ادا کرتا رہا ہے۔

انسان اور دین کا ساتھ ساتھ رہنا اس کے فطری ہونے کی دلیل کے طور پر مانا جاتا ہے اور اس بنیاد پر، اسے ایک اعلیٰ ہستی کی پرستش کی ایک قسم کی فطری خواہش قرار دیا جاسکتا ہے۔

اگر ہم یہ مان لیں کہ مذہب انسان کے لئے ایک فطری چیز ہے اور دوسری طرف فنکارانہ تخلیق، جمالیات میں اس کے رجحان کی وجہ سے ہے جو اس کی فطرت میں ودیعت ہے تو ان دونوں کے درمیان عدم مطابقت کا امکان ایک مسئلہ بن جاتا ہے۔ہم یہ کیسے مان سکتے ہیں کہ دو چیزیں جو انسانی فطرت میں شامل ہیں اور دونوں ہی پاک، قیمتی اور خدائے جمیل کے خاص لطف کا نتیجہ ہیں وہ ایک دوسرے کی نفی کرتے ہیں؟

اخلاقیات اور تعلیم جیسے مسائل میں بہت سے فنی نظریات مذہبی عقائد سے ملتے جلتے ہیں۔ تاریخی شواہد سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ مذہبی لوگ دینی مقاصد کو آگے بڑھانے اور فروغ دینے میں فن کے اثر و رسوخ سے نہ صرف واقف رہے ہیں بلکہ ان کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ فن کو استعمال کر کے لوگوں کو مذہبی تعلیمات اور عقائد کی طرف متوجہ کریں۔انھوں نے اپنی دانشمندی اور تجربے سے یہ

۱-الشواہد الربوبیہ، ص ۳۳۴ ۲-الاسفار الاربعہ (ج ۹)، ص ۳۸۰

دریافت کرلیا تھا کہ مذہبی عقائد کو لوگوں کے دل و دماغ میں مستحکم کرنے کا ایک بہترین طریقہ انھیں فن سے آراستہ کرنا ہے۔

تاریخی کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت گاہوں اور مذہبی عقائد کے فروغ کے مراکز میں فن تعمیر اپنے عروج پر تھا، خطاطی اور مصوری پر مختلف طریقوں سے توجہ دی گئی تھی اور ہر مذہب نے اپنی اپنی موسیقی کے ذریعہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔

مذہبی تعلیمات کو فروغ دینے میں فن کی اہمیت کی وجہ سے مذہبی لوگوں میں اسے بہت زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی ہے اور اسی لئے مذہب نے نہ صرف فن کے حق میں بے رحمی کا مظاہرہ نہیں کیا ہے بلکہ اس نے فن کے سر پر دست شفقت پھیرا ہے اور پروان چڑھا کر اپنے مقاصد کے توسیع کے لئے اس سے فائدہ حاصل کیا ہے۔ ویل ڈیورنٹ کے قول کے مطابق دنیا کے سب سے خوبصورت فن تعمیر کو ہم گوتھک گرجا گھر میں دیکھ سکتے ہیں۔

فن کی طرف رجحان کی فلسفیانہ وضاحت اور اس سلسلہ میں دین کے نقطہ نظر کے مطالعہ کے بعد ہم کہہ سکتے ہیں کہ فن کے حوالے سے عقل و دین کا نقطہ نظر نہ صرف ہم آہنگ ہے بلکہ بعض پہلوؤں سے ایک دوسرے کو مکمل بھی کرتے ہیں۔

اسلامی ثقافت میں فن کا مقام

مسلم مفکرین نے مطلق خوبصورتی یعنی ذات حق کو ہر خوبصورتی کا سرچشمہ مانا ہے اور چونکہ خدا جمیل ہے اور جمال اس کی صفات میں سے ہے لہٰذا جو مخلوق حقیقت سے زیادہ قریب ہوتی ہے وہ زیادہ خوبصورتی سے لطف اندوز ہوتی ہے۔ عرفاء کی نظر میں انسان، خدا کی ذات، صفات اور افعال کا مظہر ہے اور خدا نے اسے ایک آئینہ کی طرح بنایا ہے جس سے خدا کی ذات اور صفات ظاہر ہوتی ہے۔

ابن عربی کا قول ہے کہ: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو دیکھنا چاہا، تو اس نے اس دنیا کو خلق کیا لیکن انسان کے بغیر یہ دنیا بغیر پالش کئے ہوئے آئینہ یا ایک بے روح مخلوق کی طرح ہے۔ انسان ایک

آنکھ کی طرح ہے جس سے اللہ تعالیٰ اس کائنات کا نظارہ کرتا ہے لہٰذا انسان کامل سب چیزوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے جس میں تمام الٰہی صورتیں نمودار ہوتی ہیں۔[۱]

اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی نقطہ نظر کے مطابق، خدا نے انسان کو ذات، صفات اور افعال میں اپنے سے مشابہ خلق کیا ہے[۲]۔ارشاد ہوتا ہے:

هُوَ اللهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى۔

ترجمہ: وہ ایسا خدا ہے جو پیدا کرنے والا، ایجاد کرنے والا اور صورتیں بنانے والا ہے۔اس کے لئے بہترین نام ہیں۔[۳]

اللہ تعالیٰ پیدا کرنے والا ہے جس نے اس کائنات کو بہترین صورت میں بنایا ہے لہٰذا وہ مصور بھی ہے۔اس کی مصوری اور خلاقیت دونوں ہی فنکاری کے درجہ کمال پر ہیں اور اس کائنات اور خاص کر انسان کی خلقت سے بڑھ فنکاری اور کیا ہوسکتی ہے۔ بطور خلاصہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ خالق کائنات جس طرح خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند بھی کرتا ہے بالکل اسی طرح وہ فنکار بھی ہے اور فن کو پسند بھی کرتا ہے۔

مسلم مفکرین کے نقطہ نظر سے فن دراصل فطری اور الٰہی ہوتا ہے لہٰذا اس کا ایک خاص مقام ہے۔دوسری طرف انسانوں کی ترقی اور سربلندی اور مذہبی عقائد کی ترویج میں اس کا ناقابل تردید کردار بھی ہے۔ ان سارے پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلامی تہذیب و ثقافت میں فن تعمیر، مصوری، شاعری اور ادب وغیرہ جیسے فنون لطیفہ کو تیزی سے فروغ ملا جنھوں نے معنویت و الوہیت کے رنگ و بو پاکر دین کی خدمت اور شریعت کی تبلیغ میں اہم کردار ادا کیا۔

مذہب اور فن کی ہم آہنگی کے اظہار کی بہترین مثال، مساجد اور دینی مراکز ہیں جو فن تعمیر کے لازوال نمونے ہیں۔ اس وقت اسلامی دنیا کے تمام حصوں میں، یورپ میں اسپین تک اور افریقہ میں مصر سے لے کر ایشیا میں ایران، ہندوستان اور انڈونیشیا تک، ایسے فنون لطیفہ موجود ہیں جو اسلامی تہذیب و

۱- ابن عربی، محی الدین، فصوص الحکم، ص ۴۸؛ حسن زادہ آملی، حسن، نصوص الحکم بر فصوص الحکم، ص ۱۳

۲- کلینی، محمد بن یعقوب، اصول کافی (ج ۲)، ص ۶۳

۳- سورہ حشر، آیت ۲۴

ثقافت کی عظمت کو ظاہر کرنے کے ساتھ ساتھ اس بات کے بھی گواہ ہیں کہ مسلمانوں نے کس حد تک فن کی قدر کی ہے اور اسے لوگوں کو مذہب اور مذہبی عقائد کی طرف راغب کرنے کے لئے استعمال کیا ہے۔ مساجد اور دیگر اسلامی عمارتیں فن تعمیر اور دیگر فنون کے حوالے سے بہت ہی شاندار ہیں جس نے ماہرین فن کو حیران کر دیا ہے۔ان میں سے ہر ایک فن اپنی ناقابل بیان خوبصورتی کے ساتھ لوگوں سے زبان حال میں بات کرتا ہے اور انہیں اپنی طرف متوجہ کرتا ہے، الفاظ کے معانی کی یاددہانی کرتا ہے، ایک معنوی ماحول فراہم کرتا ہے اور انھیں ظاہر سے باطن کی طرف لے جاتا ہے۔

اس اثر ورسوخ کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان مفکرین نے اسلام کے معنوی اور عرفانی پہلوؤں سے متاثر ہو کر اور عام رویہ سے ہٹ کر فن کو اپنایا اور معنویت کی وادی میں قدم رکھا اور اسی لئے معنوی فن زیادہ تر اسلامی تہذیب و ثقافت میں نظر آتا ہے۔اس متعالی نقطہ نظر سے فن کی سب سے زیادہ اہمیت اس بنیاد پر ہے کہ اس میں ہر چیز حقیقی خوبصورتی کی علامت ہے اور فن دراصل ظواہر کے پس پشت پوشیدہ خوبصورتی کو دکھانے کا ایک ذریعہ ہے لہٰذا اسلامی تہذیب کی پوری تاریخ میں ایک طرف تو یہ رویہ مختلف اسلامی فنون میں ظاہر ہوتا رہا ہے جس سے ان کے فروغ میں مدد ملی اور دوسری طرف اس ثقافت کے فروغ و توسیع کے لئے فن کا سہارا لیا گیا اور معنویت و عالم ربوبیت کی طرف انسانوں کی توجہ میں اضافہ ہوا۔

معنوی فن سے متاثر فن تعمیر جو آیات الٰہی اور پیغمبر اکرمؐ، ائمہ معصومین علیہم السلام اور بزرگان دین کے بیش بہاء کلمات سے مزین ہے، آج بھی انسانی ثقافت کے عجائبات میں سے ایک ہے اور اس کی خوبصورتی اور باریکیوں نے فن سے محبت کرنے والوں کی نظروں کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے۔ نیز، شعر و ادب اور عرفان بھی اسلامی دنیا میں فن اور ثقافت کے اثرات کو نمایاں کرتے ہیں۔

اسلامی فقہ میں موسیقی کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا لیکن اس کے باوجود قرآن کی صوت، لحن اور ترتیل ایک ایسی موسیقی ہے جو مسلمانوں سے مخصوص ہے اور اس کے اثر کی وجہ سے اس کی اہمیت روز بروز بڑھتی جارہی ہے۔خوبصورت آواز میں قرآن کریم کی تلاوت، دلکش آواز میں اذان اور دینی متون میں اس بات کا حکم کہ مبلغ کو خوش سیرت کے ساتھ ساتھ خوب صورت بھی ہونا چاہئے

اسی بنیاد پر ہے۔ قرآن کریم نے ادب کے لحاظ سے بڑے بڑے ادیبوں اور خطیبوں کو حیرت میں ڈال دیا ہے اور اسی اسلامی ادبی شاہکار کی بدولت حافظ، مولانا، سعدی وغیرہ جیسے عظیم فنکار شعر وادب کی دنیا میں پروان چڑھے۔

فن کے سلسلہ میں فلسفی اور اسلامی نقطہ نظر کا اتحاد

بطور خلاصہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلامی نقطہ نظر سے فن بہت ہی قیمتی ہے لیکن اس کی سرگرمیوں کو انسانیت، اخلاقیات اور شریعت کے دائرے میں محدود کیا گیا ہے اور جب وہ اس دائرے کے حدود سے باہر نکل جاتا ہے تبھی اس کی مذمت کی جاتی ہے۔ اگرچہ اسلامی قانون میں اس طرح کی مذمت زیادہ نظر آتی ہے، لیکن دوسرے مذاہب میں بھی اس طرح کے نمونے دیکھنے کو ملتے ہیں۔

اسی وجہ سے افلاطون، ارسطو اور دیگر عظیم فلسفی، جو اخلاقیات کی تعلیم اور ترقی کے لئے پر عزم تھے، الجھن میں پڑ گئے اور راہ حل تلاش کرنے پر مجبور ہوئے۔ وہ اپنے معاشرے کے شہریوں بالخصوص نوجوانوں کی تعلیمی، اخلاقی اور سماجی بدعنوانی سے خوفزدہ تھے۔ انھیں اخلاقی، تعلیمی اور سماجی تحفظات کی وجہ سے افلاطون نے فن کو زیادہ اہمیت نہیں دی ہے اور اپنے مدینہ فاضلہ میں فن کے بعض نمونوں کو مسترد کر دیا ہے لیکن ان تحفظات سے قطع نظر افلاطون کا یہ ماننا ہے کہ فن جس میں شاعری اور موسیقی بھی شامل ہے، روح کی پرورش کرتا ہے اور تعلیم کا بنیادی ستون ہے اور جس شخص کو یہ تعلیم صحیح معنوں میں نصیب ہوگی وہ نرم طبیعت کا حامل ہوگا اور اسی تعلیم کے نتیجے میں، وہ اس صنعت میں موجود ہر عیب کو اچھی طرح سمجھتا ہے، خوبصورت شہ پاروں کی قدر کرتا ہے اور انھیں اپنے دل میں جگہ دیتا ہے تاکہ انھیں معنوی خوراک اور عزت و خیرات کا سرمایہ بنا سکے[1]۔

۱- افلاطون، جمہور، ص ۱۷۶

نتیجہ

فن، اس کی طرف رجحان اور اس کے مقام کے بارے میں بہت سے آراء و نظریات پیش کئے گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں نظریہ پردازی کے لحاظ سے، فلسفی حضرات علمبردار اور رہنما ہیں اور فن کے مختلف شعبوں میں انھوں نے اختراعی نظریات پیش کئے ہیں جن میں سے کچھ نظریات کا اس مضمون میں تذکرہ کیا گیا ہے۔ نیز، چونکہ اخلاقیات اور تعلیم جیسے مسائل میں بہت سے فنی نظریات مذہبی نظریات سے مشابہ ہیں اور مذہبی لوگوں نے بھی فن سے فائدہ اٹھایا ہے لہٰذا مذہبی نقطہ نظر سے بھی فن کی اہمیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

اس نقطہ نظر کے مطابق، فن بہت ہی قیمتی ہے اور اس کی سب سے اعلیٰ مثال مقدس فن ہے جس کا مقصد لوگوں کو معنوی اقدار اور ذات حق تعالیٰ کی وحدانیت کی طرف توجہ دلانا ہے۔ اس طرح کے فن میں ہر چیز حقیقی اور الٰہی خوبصورتی کی علامت ہے جن میں سے کچھ کو فنکار اپنی کوششوں سے منظر عام پر لاتا ہے۔ فن دراصل ایک آئینہ ہے جس میں فنکار خود کو اور حقائق کو دیکھتا ہے۔ فن ظاہری شکل کے پیچھے پوشیدہ خوبصورتی کو منظر عام پر لانے کا ایک ذریعہ ہے۔

عقل اور مذہب دونوں ہی فن کے حوالے سے ہم خیال ہیں اور دونوں ہی کا یہ ماننا ہے کہ انسان کی ترقی اور خاص طور پر اس کے معنوی پہلوؤں کی پرورش کے لئے فن اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ عقل و دین دونوں نے ہی فن کے سر پر ہاتھ پھیرا ہے اس کی پرورش کی ہے اور اس کی وجہ سے اسلامی ثقافت میں فن تعمیر اور دیگر فنون لطیفہ کو فروغ ملا ہے۔ بلاشبہ فن ایک دو دھاری تلوار کی مانند ہے اور توحیدی نقطہ نظر سے چشم پوشی کرتے ہوئے اس کے غلط استعمال کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا لہٰذا، اگر فن انسانیت، اخلاقیات اور شریعت کے دائرے میں ہوتا ہے تو اس کی تعریف کی جاتی ہے ورنہ وہ مذمت کے لائق ہے۔

منابع و مآخذ

قرآن کریم

- ابن سینا، علی حسین بن عبداللہ، الشفاء، الٰہیات، ناصر خسرو، تہران، ۱۳۶۳ش
- ابن عربی، محی الدین، فصوص الحکم، انتشارات الزہراء، تہران، ۱۳۷۰ش
- اعوانی، غلامرضا، حکمت و ہنر معنوی، گروس، تہران، ۱۳۷۶ش
- افلاطون، جمہور، ترجمہ: فؤاد روحانی، علمی و فرہنگی، تہران، ۱۳۷۴ش
- افلاطون، دورہ آثار، ترجمہ: محمد حسن لطفی، نشر خوارزمی، تہران، ۱۳۶۷ش
- افلاطون، مجموعہ آثار افلاطون: آپولوژی، ترجمہ: محمد حسن لطفی و رضا کاویانی، تہران، ۱۳۷۶ش
- ٹائٹس، برخارٹ، ہنر مقدس، ترجمہ: جلال ستاری، سروش، تہران، ۱۳۷۶ش
- لیو، ٹالسٹائی، ہنر چیست؟، ترجمہ: کاوہ دہقان، امیر کبیر، تہران، ۱۳۷۳ش
- جعفری، محمد تقی، زیبایی و ہنر از دیدگاہ اسلام، نشر حوزہ ہنری، تہران، ۱۳۶۹ش
- حسن زادہ آملی، حسن، نصوص الحکم بر فصوص الحکم، مرکز نشر دانشگاہی رجاء، تہران، ۱۳۶۵ش
- ڈیورنٹ، ویل، تاریخ فلسفہ، ترجمہ: عباس زریاب، انتشارات و آموزش انقلاب اسلامی، تہران، ۱۳۷۰ش
- ڈیورنٹ، ویل، لذات فلسفہ، ترجمہ: عباس زریاب، سازمان انتشارات و آموزش انقلاب اسلامی، تہران، ۱۳۷۰ش
- ذکر گو، امیر حسین، تأملی در آراء کوماراسوامی، نامہ فرہنگستان علوم، ش ۱۴و ۱۵، ۱۳۷۹ش
- رید، ہربرت، معنی ہنر، ترجمہ: نجف دریابندری، انتشارات علمی و فرہنگی، تہران، ۱۳۷۴ش
- شریعتی، علی، ہنر، مجموعہ آثار، چاپخش، ۱۳۶۶ش
- این، شیپارڈ، مبانی فلسفہ ہنر، ترجمہ: علی رامین، شرکت انتشارات علمی فرہنگی، تہران، ۱۳۷۵ش
- شیرازی، صدرالدین، محمد بن ابراہیم (ملاصدرا)، الاسفار الاربعہ، دار التراث العربی، بیروت، ۱۹۸۱م
- شیرازی، صدرالدین، محمد بن ابراہیم (ملاصدرا)، الشواہد الربوبیہ، مرکز نشر دانشگاہی، تہران، ۱۳۶۰ش
- شیرازی، صدر الدین، محمد بن ابراہیم (ملاصدرا)، مجموعہ رسائل فلسفی صدر المتالہین، تصحیح: حامد ناجی اصفہانی، حکمت، ۱۳۷۵ش

- شیرازی، صدر الدین، محمد بن ابراہیم (ملاصدرا) ،مفاتیح الغیب، مؤسسہ مطالعات و تحقیقات فرہنگی، تہران، ۱۳۶۷ش
- فارابی، ابونصر، آراء اہل المدینہ الفاضلہ، دار المشرق، بیروت
- کیپلسٹن، فریڈرک، تاریخ فلسفہ، ترجمہ: سید جلال الدین مجتبوی، سروش، تہران، ۱۳۶۸ش
- کلینی، محمد بن یعقوب، اصول کافی، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، ۱۳۶۵ش
- سٹیفن، کورنر، فلسفہ کانت، ترجمہ: عزت اللہ فولادوند، خوارزمی، تہران، ۱۳۶۷ش
- مومنی، ناصر، نگاہی فلسفی بہ زیبایی شناسی و ہنر، خردنامہ صدرا، ش ۳۳، ۱۳۸۲ش
- ہیگل، فریڈرک، مقدمہ ای بر زیبایی شناسی، ترجمہ: محمود عبادیان، ،آوازہ، تہران، ۱۳۶۳ش
- وزیری علی نقی، زیبایی شناسی در ہنر و طبیعت، انتشارات ہیرمن، تہران، ۱۳۶۳ش
- Burekhardt, Titus , Sacred Art in the East and West, Perennial Books. London,1976
- Russel, Bertrand , History of western philosophy ,Rutledge, London,1991